ابھی جو موقع ہے، کل نہیں ہوگا

میں نے میٹرک (دسویں جماعت) تک کی تعلیم اردو ذریعہ تعلیم سے حاصل کی۔ مگر اچھے نمبر آنے کی وجہ سے گورنمنٹ کالج لاہور جیسی لاثانی درسگاہ سے تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا، چنانچہ انٹر کے لئے وہاں داخلہ لے لیا جس کا سو فی صد ذریعہ تعلیم انگلش تھا۔ اردو ذریعہ تعلیم سے ایکدم انگلش ذریعہ تعلیم کو اپنانے میں مجھے کافی دقت ہوئی۔ ہر بات اردو میں سوچ کر انگلش میں بیان کرنے میں دشواری بھی ہوتی تھی اور اپنا مافی الضمیر واضح کرنے میں وقت بھی لگتا تھا۔ اسی تگ و دو میں وقت کا پتہ بھی نہ چلا اور ششماہی امتحان آ گئے۔ تیاری تو میں نے خاصی کی مگر جب کمرہ امتحان میں پہلے سوال کا جواب لکھنا شروع کیا، تو باوجود کوشش کے رفتار سست رہی اور جب تک اس کا جواب مکمل کیا تو احساس ہوا کہ امتحان کا آدھا وقت گذر چکا تھا جب کہ ابھی چار سوال باقی تھے۔ اب جو مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری ہوئی تو جلدی جلدی سے باقی سوالوں کا جواب لکھنے کی کوشش کی۔ لیکن میں وقت کی کمی کے باعث بعد کے کسی بھی جواب کا صحیح حق ادا نہ کر سکا، ادھورے ادھورے جواب دے کر پرچہ مکمل کرنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی تمام سوال مکمل نہ ہو سکے اور امتحان کا وقت ختم ہو گیا اور پرچہ لے لیا گیا۔ جب کلاس میں پروفیسر نے نمبر لگائے ہوئے پرچے واپس کئے تو گو کہ میں پاس ہو گیا تھا مگر استاد کی توقع سے نمبر کم ہونے کی وجہ سے ڈانٹ بھی پڑی۔ مجھے اس امتحان کے بعد اس بات کا احساس ہوا کہ امتحان کے پورے وقت میں سے چند منٹ دوسری چیزوں کے لئے نکالنے کے بعد میسّر وقت کو نمبروں کے حساب سے اس طرح تقسیم کر لیں کہ ہر سوال کو اس کے نمبروں کے مطابق وقت دیا جائے اور ہر سوال کا جواب اسی وقت کے اندر ختم کر دیا جائے جو اس کے لئے مخصوص ہو خواہ ازیادہ وقت لگا کر بہتر جواب دیا جا سکتا ہو۔

میری طرح آپ میں سے ہر ایک کو امتحانوں کے کافی ذاتی تجربے ہوں گے۔ اب فرض کیجئے کہ آپ کسی امتحان کے نگران ہیں، طالب علم بیٹھے ہوئے ہیں، پرچہ امتحان تقسیم اور امتحان کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ مگر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پرچہ امتحان ایک طرف رکھ کر اپنے فون پر ویڈیو گیم کھیل رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے وہ تھوڑا کھیل سے محظوظ ہو کر باقی وقت میں جلدی سے پرچہ حل کر ڈالے گا۔ یا کوئی عورت پرچہ دیکھتی ہے، سوال پڑھتی ہے، مگر پھر ان کا جواب دینے کی بجائے کبھی اپنے بال ٹھیک کرتی ہے، کبھی میک اپ چیک کرتی اور درست کرتی ہے، کبھی ناخنوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ یا کوئی اور شخص سوال بھی حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے مگر اس کی توجہ باہر ہونے والے فٹ بال گیم پر بھی ہے وہ بار بار کھڑکی سے باہر گیم دیکھتا ہے اور پوری توجہ امتحان پر دینے کی بجائے، زیادہ توجہ باہر ہونے والی گیم پر دے رہا ہے۔ آپ ایسے لوگوں کے رویئے کے بارے میں کیا کہیں گے؟

مگر حیرت کی بات یہ ہے ہم میں سے بہت سے لوگ اپنی زندگی اسی طرح گذار رہے ہیں جیسے مندرجہ بالا امتحان میں بیٹھے ہوئے لوگ۔ میں اور آپ سب جانتے ہیں کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عارضی طور پر اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیج رکھا ہے۔ اگرچہ ہم اپنی پیدائش پر کمرۂ امتحان یعنی زمین پر آ جاتے ہیں۔ مگر ہماری زندگی کا ابتدائی دور امتحانگاہ میں امتحان کے لئے تیار ہونے کا وقت ہے۔ پھر سنِ بلوغت پر ہمارا پرچہ دینے کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور موت پر ہمارا پرچہ ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا جاتا ہے خواہ ہم تمام سوالوں کا جواب دے پائے ہوں یا نہیں۔

اس امتحان میں مختلف سوالات ہیں۔ ہر سوال کے لئے مخصوص نمبر ہیں۔ اس امتحان میں سب سے اہم سوال دین اور مقاصدِ دین کا سوال ہے، یہ سب سے مشکل سوال بھی ہے، لازمی بھی ہے اور سب سے زیادہ نمبر بھی اسی کے ہیں۔ اس میں ایمان کے ساتھ اپنی ذاتی اصلاح اور تزکیہ اور اپنے معاشرے میں پورے کا پورا دین نافذ کرنے کی جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔ جو اس میں پاس ہو جاتا ہے وہ باقی سوال نہ بھی کر پائے تو پاس ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اس سوال کو چھوڑ دے، تو باقی سوالوں میں پورے نمبر بھی حاصل کر لے تب بھی فیل ہو جاتا ہے۔ باقی سوالوں میں کچھ سوال زیادہ نمبروں والے ہیں اور کچھ بہت کم نمبروں والے۔

یہ امتحان ہماری پوری زندگی جاری و ساری رہتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے بہت لوگ ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ابھی تو بہت زندگی پڑی ہے ہم امتحان کی طرف توجہ بعد میں دے لیں گے۔ ابھی تو کافی وقت باقی ہے۔ پہلے ہم فلاں فلاں چیزیں تو کر لیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں چیزیں کرتے کرتے وقت ختم ہو جاتا ہے اور پرچہ چھین لیا جاتا ہے۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو امتحان کے سوالات پر قلم اٹھاتے تو ہیں مگر بددلی سے، ان کی توجہ کا مرکز امتحان کے سوالات کی بجائے آس پاس ہونے والی دلچسپی کی چیزیں ہوتی ہیں۔

جو لوگ امتحان کی طرف توجہ دیتے ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسے لوگ ہیں جو مشکل سوالات کو بعد کے لئے رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے آسان آسان سوال کر لیں، پھر مشکل سوال کی طرف آئیں گے۔ ان میں سے بھی اکثر لوگ مشکل سوال کی طرف آنے کا ارادہ کرتے کرتے موقع کھو دیتے ہیں اور آسان سوال کرتے کرتے ان کا پرچہ چھن جاتا ہے۔ ایسے تمام لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی وقت ہے پہلے ہم یہ یہ کر لیں، پھر ہم امتحان کی طرف یا امتحان کے مشکل سوال کی طرف توجہ کریں گے۔ ایسے لوگوں کو معاملے کی نزاکت سمجھانے اور اپنی ترجیحات صحیح طور پر متعین کرنے میں مدد دینے کے لئے حضور اکرمؐ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو:

اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی خوشحالی کو اپنی محتاجی سے پہلے، اپنی فراغت کو اپنی مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے‘‘۔

جو لوگ جوانی کا دور یہ سوچتے ہوئے گذار دیتے ہیں کہ ابھی بہت زندگی پڑی ہے، ان کو ایسے لوگوں کی مثال سامنے رکھنی چاہیے جو بوڑھے ہو کر وہ ذمہ داریاں ادا ہی نہیں کر سکتے جو دین ہر مسلمان سے تقاضا کرتا ہے۔ دین اور مقاصدِ دین تو دُور کی بات ہے بڑھاپے کی بیماریوں کی وجہ سے کتنے لوگ ہیں جو نماز روزہ سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگ جب صحتمند ہوتے ہیں تو دنیا کی خوشیوں اور مقاصد میں محو ہو کر دین اور مقاصدِ دین کی طرف سے چشم پوشی کرتے ہیں، جب بستر پر پڑ جاتے ہیں تو خدا یاد آتا ہے۔ مگر بیماری کی حالت میں زیادہ نمبروں والے سوالات کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس مال کی فراوانی ہوتی ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سوچتے ہی نہیں یا اگر سوچتے بھی ہیں تو آج کل یا لیت و لعل کرتے وقت گذار دیتے ہیں، پھر محتاجی کے زمانے میں خدا یاد آتا ہے تو خرچ کرنے کی سکت نہیں ہوتی۔

اکثر لوگوں کو جب دین اور مقاصدِ دین کے لئے کام کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے گریز کرتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ آج کل بہت مصروف ہوں فلاں فلاں کام ہو جائے گا تو پھر دین کا کام کروں گا۔ مگر فراغت کبھی نہیں آتی۔ بلکہ جب وہ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ فراغت تو ماضی میں تھی اب تو مصروفیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ اسٹوڈنٹ سمجھتے ہیں کہ جب کام کاج میں لگ جائیں گے تو وقت ہی وقت ہوگا، مگر جب کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ تو اور بھی مصروفیت کا زمانہ ہے۔ پھر ریٹائرمنٹ کا انتظار کرتے ہیں، مگر جب ریٹائرمنٹ کو پہنچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اب تو وہ چاہیں بھی تو وہ کام نہیں کر سکتے جو ان کو تعلیم اور کمائی کے زمانے میں کر لینے چاہیے تھے۔ اسی طرح نوکری والے سمجھتے ہیں کہ کاروباری لوگوں کے پاس دین کا کام کرنے کے اچھے مواقع ہیں۔ جبکہ بزنس والے یہ سمجھتے ہیں کہ نوکری کرنے والوں کے پاس چھٹی کے وقت کے بعد دین کا کام کرنے کے مواقع ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک کو دوسرے کی تھالی میں گھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ فراغت ہر ایک کو آج ہی ہے اگر وہ دین کے کام کو اہمیت دیں، تو آج ہی وہ اس کیلئے وقت نکال سکتے ہیں، بس کسی اور مصروفیت کو چھوڑنا ہوگا۔ ورنہ کل تو زیادہ مصروفیت ہوگی، اور اسی طرح زندگی جو عمل کا وقت ہے گذر جائے گی اور موت پرچہ چھین لے جائے گی۔

لہٰذا اس حدیث کا پیغام یہ ہے کہ جو کرنا ہے، اس کا وقت آج ہے، ابھی کر لو، ورنہ آخرت میں ہمیشہ کیلئے پچھتاتے رہو گے۔